شاہ بلیغ الدین

ماں کا مرتبہ

خچر پر ایک بوڑھی بزرگ خاتون سوار ہیں۔ ساتھ ساتھ ایک صاحب پیدل چل رہے ہیں......ادب سے، احترام سے، رکاب تھامے ہوئے! راہ چلتے ان صاحب کو دیکھتے ہیں تو جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ کوفے کے بازار ہی میں لوگ انہیں دیکھ کر ادب سے دُہرے نہیں ہو جاتے تھے بلکہ دور دور تک یہی حال تھا۔ اسلامی دنیا میں ہر جگہ ان کا بڑا نام تھا۔ ان کو انتقال کئے ساڑھے گیارہ سو برس سے زیادہ ہوئے آج بھی ساری دنیا میں ان کا نام عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ بزرگ خاتون کو خچر پر بٹھا کر چلتے چلتے وہ کوفے کی ایک گلی میں رک گئے۔ یہاں زرقہ نامی ایک واعظ رہتے تھے۔ بزرگ خاتون کے پہنچنے پر زرقہ باہر نکل آئے۔ محترم خاتون اور مردِ باوقار کو دیکھا تو پوچھا...... کیسے زحمت فرمائی؟ مردِ باوقار نے کہا......ایک مسئلہ ہے اس پر آپ کی رائے چاہیے۔ زرقہ نے کہا......آپ کے ہوتے ہوئے میری رائے کی کیا اہمیت ہے؟ انہوں نے کہا ......میں نے یہ فتویٰ دیا تھا لیکن ارشاد ہوا کہ میں زرقہ سے بھی پوچھونگی! زرقہ نے کہا......حضرت! جو فتویٰ آپ نے دیا ہے بالکل صحیح ہے۔ خاتون نے فرمایا......اب گھر چلو میری تسلی ہوگئی۔

یہ بزرگ خاتون اور مردِ باوقار...... ماں بیٹا تھے۔ والدہ شکی مزاج کی تھیں۔ بیٹے کی بات کو وہ کچھ زیادہ اہمیت نہ دیتی تھیں۔ کئی بار ایسا ہوا کہ بیٹے کو بلایا اور حکم دیا...... جاؤ یہ بات عمرو بن زِر سے پوچھ آؤ۔ بیٹا ہر کام چھوڑ کر عمر بن زِر کے پاس جاتا اور مسئلہ بیان کرتا۔ وہ عذر بیان کرتے' بھلا میں آپ کے سامنے کیا فتویٰ دے سکتا ہوں۔ کہاں آپ کا علم اور کہاں مجھ جیسے چلتے ہوئے واعظ کی معلومات! جواب ملتا......نہیں مجھے والدہ کا حکم ہے کہ آپ کی رائے پوچھ آؤں آپ اپنی رائے بتا دیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو بن زِر کو جواب معلوم نہ ہوتا ادب سے عرض کرتے کہ......حضرت! آپ ہی اس کا جواب بتا دیں تو میں اسے دہرا دوں۔ لائق و فائق بیٹا مسئلے کا جواب بتاتا عمرو بن زِر اسے دہراتے اور سعادت مند بیٹا اسی دہرائے ہوئے جواب کو ماں کی خدمت میں پہنچاتا کہ یہ عمرو بن زِر کی رائے ہے ماں مطمئن ہو جاتیں تو بیٹے کو بھی خوشی ہوتی لمحہ بھر کو بھی یہ خیال نہ آتا کہ میرے درس میں ہزار ہا لوگ شریک ہوتے ہیں اور ایک دنیا مجھ سے استفادہ کرتی ہے مگر والدہ محترمہ میرے علم کی قدر نہیں کرتیں۔ انہیں کبھی یہ خیال نہ ستاتا کہ ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ انہیں چھوٹے چھوٹے ملاؤں کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ ماں کی خوشی کو وہ ان سب باتوں پر ترجیح دیتے تھے اور اشارتاً بھی کبھی اپنی والدہ سے یہ عرض نہ کرتے کہ وہ کچھ ان کے وقار کا بھی خیال رکھیں...... یہ سعادت مند بیٹے حضرت امام ابوحنیفہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اسمأؓ دوڑی دوڑی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت اسمأ' حضرت عائشہؓ کی بہن تھیں لیکن ان کی والدہ الگ تھیں۔ عرض کیا...... یارسول اللہ ﷺ! میری ماں مجھ سے ملنے مدینہ آئی ہیں میں ان سے کیسا سلوک کروں؟ حضرت اسمأؓ نے یہ بات اس لئے پوچھی تھی کہ ان کی والدہ مسلمان نہ ہوئی تھیں اسی لئے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ ارشادِ نبوی کا مطلب کچھ یہ تھا کہ...... ماں باپ مسلمان ہوں یا کافر ان کا ادب کرو' ان کی خدمت کرو ہمیشہ ان سے نرمی اور محبت سے پیش آؤ۔

سورۃ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔